

نبوت کی حقیقت اور اس کی ضرورت و اہمیت

اس جناب مولانا گوہر رحمان صاحب

نبوت و رسالت کی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف الفاظ کے ذریعے اس کا ذکر (شرعی مفہوم کے لحاظ سے) قرآن کریم میں ۵۱۸ مقامات پر ہوا ہے۔

رسالت بصیغہ مصدر	۹	رسالت، رسالات
رسالت بصیغہ اسم	۳۴۶	رسول، رُسُل، رُسُل
رسالت بصیغہ فعل	۷۱	ارْسَل، ارْسَلْنَا، ارْسِلْ وغیرہ
نبوت بصیغہ مصدر	۵	النَّبُوَّةُ
نبوت بصیغہ اسم	۷۵	نَبِيٌّ، نَبِيَّيْنِ، انبیاء
بعثت نبوت	۱۲	

نبوت کی جو تشریح امام رابعی نے مفہمائی نے کی ہے۔ وہ ہر لحاظ سے جامع اور واضح ہے۔

فرماتے ہیں:-

وَالنَّبُوَّةُ سِفَارَةٌ بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ ذَوِي الْعُقُولِ

مِنْ عِبَادِهِ لِإِسْرَاحَةِ عِلَّتِهِمْ فِي أَمْرٍ مَعَادِهِمْ وَمَعَاشَرِهِمْ

ترجمہ:- نبوت سفارت (مستند نمائندگی) ہے اللہ اور اس کے ذمی عقل بندوں کے درمیان تاکلہ خیر و

دُنوی امور میں اُن کے نقصانات اور مشکلات کا ازالہ کیا جائے۔

اس تعریف میں نبوت کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

پہلی یہ کہ منصب نبوت کسب و ریاضت سے حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ فضل خداوندی اور عطیہ الہیہ ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنی کوشش اور قابلیت کی بنیاد پر سفیر نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ اسے سفیر بنانے والے نے مقرر نہ کیا ہو۔

دوسری یہ کہ نبوت نمائندگی ہے۔ نہ تو یہ الٰہیت ہے، نہ انبیت ہے اور نہ ہی یہ کوئی فلسفیانہ علم ہے۔ سفیر وہی ہو سکتا ہے جو بادشاہ اور آقا کا پیغام پہنچاتا ہو اور خود بھی اسی پیغام پر عمل کرتا ہو۔ ایسا شخص اپنے آقا کا غلام ہوتا ہے، اور اپنے آپ کو اس کا مد مقابل یا برابر نہیں سمجھتا۔ اور فلسفہ تو عقلی باتوں کا نام ہے۔ سفیر اور نمائندہ بادشاہ کے پیغام اور اس کی ہدایات کی تشریح تو کرتا ہے لیکن اپنی جانب سے فلسفیانہ باتیں نہیں بناتا۔ نبی خدا کی بات کا امین، پیغام رساں اور معلم و شارح ہوتا ہے۔ لیکن فلسفی من گھڑت اور خود ساختہ باتیں بنانا اور بتاتا ہے۔ فلسفی کی بنیاد عقل ہے مایہ کا ظن و تخمین ہے جو امامت و رہبری کا سزاوار نہیں ہو سکتا۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں

راہبر ہو وطن و تخمین تو زبوں کار حیات (اقبال)

تیسری یہ کہ تعلیمات نبوت ذمہ عقل بندوں کے لیے ہوتی ہیں۔ مجنون اور دیگر بے عقل مخلوق ان سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ان تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے علم اور سمجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے جو بے عقل مخلوق یا کم عقل (مجنون اور نابالغ) افراد کو حاصل نہیں ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ نبوت کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی اُخروی اور دنیوی دونوں زندگیوں کو مشکلات و مصائب سے بچایا جائے۔ اور دونوں میں فلاح و صلاح حاصل کی جاسکے۔ خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں اور اس کے مقرر کردہ نمائندوں اور سفیروں کی تعلیمات راہبوں اور جوگیوں کی طرح ترک دنیا کا حکم نہیں دیتیں بلکہ حیات دنیا کی اصلاح و تعمیر کا پروگرام بناتی ہیں۔

منصب نبوت لَفُوسٍ طَيِّبَةٍ هِيَ كَوْمَلٍ سَكْتًا هِيَ | وَ سَأَبْكُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ

لَهُمُ الْخَيْرَةُ ط سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (القصص آیت ۶۸)

”اور نیر ارب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کر لیتا ہے اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے۔“

اس انتخاب . ان لوگوں کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور برتر ہے ان سب چیزوں سے جنہیں یہ لوگ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔“

حافظ ابن القیم (م ۷۵۰ھ) اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

” اللہ تعالیٰ طیب یعنی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اور مخلوق کے اجناس و انواع میں سے پسند بھی طیب اور پاکیزہ چیزوں کو کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کے منصب کے لیے اس انسان کو منتخب فرماتا ہے جو ظاہر و باطن اور عورت و میرت دونوں کے اعتبار سے سعید اور طیب ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکیزہ کاموں کے لیے پاکیزہ لوگوں ہی کو منتخب کیا جاتا ہے۔ اور گندے کام گندے لوگوں ہی کے ذریعے اشاعت پذیر ہوتا ہے۔ جو خود پاک اور سعید نہ ہو وہ دوسروں کے تزکیہ نہیں اور سعادت و روح کا ذریعہ کیسے بن سکتا ہے۔ خدا کا نبی ہر لحاظ سے پاک اور طیب ہوتا ہے۔ اس کی روح بھی طیب و سعید ہوتی ہے اور جسم بھی حسین و جمیل ہوتا ہے۔ اس کے اخلاق و اعمال پاک ہوتے ہیں، اس کی باتیں پاکیزہ اور میٹھی ہوتی ہیں، اس کا کھانا پینا پاک ہوتا ہے، اس کا لباس پاکیزہ ہوتا ہے اور اس کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا سب پاک اور طیب ہوتا ہے۔“

علامہ ابن خلدون؟ نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

” انسانوں کی ایک ایسی قسم بھی ہے جن کے اندر بشریت سے کٹ کر آسمانی فرشتوں کی جانب متوجہ ہو جانے کی استعداد و قابلیت فطرتاً موجود ہوتی ہے تاکہ وہ کبھی کبھی بالفعل فرشتہ بن جائیں۔ خدا کے مقدس اور بلند مرتبہ فرشتے ان کو دکھائی دیں اور خدا کا کلام سن سکیں اور سمجھ سکیں۔ یہ انسان انبیاء ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وحی کی حالت میں بشریت سے کٹ جانے کی استعداد عطا فرمائی ہے اور یہ ان کی وہ فطرت و جبلت ہے جس پر وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بشر ہونے کے باوجود جسمانی اور بشری موانع اور روکاؤں سے محفوظ رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی طبیعت و سرشت میں مضبوط قوت ارادی، استقامت و اعتدال اور شوق عبادت فطرتاً موجود ہوتا ہے جس میں ان کی محنت و مشقت اور کسب و ریاضت کا کوئی دخل

نہیں ہونگا۔ (بلکہ یہ تمام چیزیں ان کی طبیعت کا تقاضا ہوتی ہیں جن کے کرنے میں ان کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی بلکہ نہ کرنے میں تکلیف و پریشانی ہوتی ہے)۔

ابن خلدون آٹھویں صدی ہجری کے وہ فلسفی اور ماہر عمرانیات ہیں۔ جنہوں نے اپنے فلسفے کو آیات انبیاء کی روشنی میں مدون کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں نبوت کی حقیقت بہترین الفاظ اور دقیق اسلوب بیان میں واضح کی ہے۔ ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ بشری اور جسمانی رکاوٹوں کی زنجیر کو توڑ کر عالم بالا کی جانب متوجہ ہونے کی استعداد، اخلاق طیبہ اور کمالات حقیقیہ اور شوق عبادت ان کے اندر فطری اور جبلی طور پر موجود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُسے کو کار نبوت کے لیے پسند کرتا ہے جو ان صفات کا حامل ہو (وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ایسا نہیں ہوتا کہ جو بھی سامنے آجائے اُسے نبی بنا دیا جائے حاشا وکلا۔ جیسا کہ آیات ذیل میں فرمایا گیا ہے:

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الحج ۷۵)

(اللہ تعالیٰ پیغام رسانی کے لیے) چمٹ لیتا ہے فرشتوں میں سے پیغام رساں اور انسانوں میں سے بھی یہی شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

وَمَا كَانَتْ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مَن يَرْسُلُهُ مَن يَشَاءُ (ال عمران ۱۷۹)

(اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر (براہ راست) مطلع کر دے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (الانعام ۱۲۴)

اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اپنا پیغام کہاں اور کس پر نازل فرمائے۔

قَالَ لِيُؤْمِنُوا بِآيَاتِنَا وَأَصْلَحْ نَفْسِي إِنَّكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَرَامَتِي خُذْ

مَا آتَيْتُكَ وَكُنْتُ مِنَ الشَّاكِرِينَ (الاعراف ۴۳)

فرمایا اللہ نے اے مومن! میں نے تم کو تمام لوگوں پر ترجیح دے کر اپنے پیغامات پہنچانے کے لیے منتخب کر لیا ہے اور اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کے لیے بھی میں جو کچھ میں تجھے دوں اُسے لے اور شکر بجالا۔

ان آیات میں اصطفا اور اجتباء اور جعل کے الفاظ آئے ہیں جن کا مفہوم ہے اختصاص اور انتخاب یعنی چنی لینا، نامزد کرنا اور اچھا برگزیدہ و پسندیدہ بندہ بنانا۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ منصب کسب نہیں ہے بلکہ انتخابی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت ہی کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ خود طیب ہے اور طیب غیر طیب کو کبھی پسند نہیں کرتا۔

اس اصطفا اور انتخاب کی تشریح کرتے ہوئے امام شہرستانی (م ۵۲۸ھ) لکھتے ہیں: ”جیسا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے انبیاء کو قولاً منتخب کرتا ہے (یعنی اپنا پیغام اس پر نازل کرتا ہے) اسی طرح عملاً بھی ان کو برگزیدہ بناتا ہے کہ ان کی فطرت و سرشت میں کمال اور صفائی ہوتی ہے، ان کی طبیعت و مزاج میں خرافت، اور اخلاق و کردار میں پاکیزگی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی درجہ بدرجہ تربیت کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں اور ان کی باطنی اور قلبی قوتیں کامل اور اسرار الہیہ (وحی) کے لیے تیار ہو جاتی ہیں تو پھر ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیج دیتا ہے اور اپنی کتاب ان پر نازل فرمادیتا ہے۔“

قاضی عیاض (م ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

”محققین نے نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ تمام اخلاق حسدہ او صاف حمیدہ اور کمالات عالیہ جن کی اچھائی پر عقل اور سکھاء کا اتفاق ہے۔ وہ سب کے سب انبیاء علیہم السلام کو فطری اور جبلتی طور پر دیے دیے جاتے ہیں۔ یہ کمالات ان کو کرب و ریاضت اور محنت و مشقت سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ جو دالہی (رحمت خداوندی) اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے خصوصی تعلق کی وجہ سے ان کے اندر آغاز فطرت میں موجود ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی انبیاء کی

لے نہایتہ الاقدام ص ۴۶۳ -

سیرت کا مطالعہ ان کے بہتر طفولیت سے لے کر عہد نبوت تک کرینگا اسے اس بات کی صداقت معلوم ہو جائے گی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۷۶۷ھ) بارہویں صدی ہجری کے مجددین میں سے وہ امام ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے احکام دینیہ کے حکم و اسرار اخذ کرنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا اور جو بجا طور پر اپنے دور کے حکیم الائمہ کہلائے، انہوں نے اپنی مشہور و معروف کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں اس موضوع پر ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "باب حَقِيقَةُ النُّبُوَّةِ وَخَوَاصُّهَا" اس باب میں نبوت کی حقیقت دلچسپ لیکن فلسفیانہ اسلوب میں بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ انسانی طبقات میں سے سب سے اعلیٰ طبقہ ان کا ہے جنہیں فہم دیا گیا ہے۔ یہ لوگ معتدل طبیعت کے حامل ہوتے ہیں، ان کی قوتِ عکبہ (یعنی خیر اور بھلائی کا جذبہ) انتہائی بلند ہوتی ہے، یہ لوگ اس نظام کے قائم کرنے کی صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں جو خداوند کریم کو مطلوب محبوب ہو۔ عالم بالا سے ان پر علوم نازل ہوتے ہیں۔ ان کی سیرت اور مزاج میں اعتدال ہوتا ہے۔ صورت و سیرت دونوں میں تناسب و توازن ہوتا ہے۔ راہِ راست کی پابندی تمام لوگوں سے زیادہ کرتے ہیں، عبادات میں اچھی عادات رکھتے ہیں لوگوں کے سامنے معاملات میں انصاف کرتے ہیں (یعنی معاشرتی انصاف قائم کرتے ہیں۔ اور عمومی تدبیر اور مفادِ عامہ کو پسند کرتے ہیں۔"

نبی صرف مابعد الطبیعیات کا نہیں بلکہ زندگی کے مکمل نظام کا معلم ہوتا ہے | قرآن کریم میں نبوت و رسالت کا مقصد اقامت

دین قرار دیا گیا ہے (الشوریٰ ۱۳)۔ ظاہر ہے کہ دین صرف مابعد الطبیعیات کا نام نہیں ہے بلکہ زندگی کے اس کامل نظام کا نام ہے جس میں عقائد و ایمانیات بھی شامل ہیں اور اعمال بھی شامل ہیں۔ اس نظام میں حقوق اللہ بھی ہیں اور حقوق العباد بھی ہیں۔ عبادات بھی اس کا حصہ ہے اور معاملات بھی۔ انفرادی احکام بھی اس کا جزو ہیں اور اجتماعی و تمدنی احکام و قوانین بھی۔ دین کے اسی جامع تصور سے خود بخود نبوت کا جامع تصور بھی سامنے آجاتا ہے۔ نبی ترکِ دنیا اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دنیا کی اصلاح اور تعمیر کا ہمہ گیر پروگرام لے کر آتا ہے۔

لیکن نبی کی تعلیمات کی اصل غرض و غایت (نصب العین) رضائے الہی اور فلاحِ اخروی کا حصول ہوتا ہے۔ دنیوی مفاد کے مقابلے میں اخروی مفاد کو اہم اور مقدم رکھنے اور دنیوی زندگی کی اصلاح کو اخروی زندگی کی اصلاح کا ذریعہ بنانے کو شرعی زبان میں زہد کہا جاتا ہے اور ترکِ دنیا کا نام رہبانیت ہے۔ نبی زہد تو ہوتا ہے لیکن راہب نہیں ہوتا۔ اگر خدا کی نافرمانی کی روش اختیار کرنے یا اس روش کی تائید کرنے کے عوض اس کو دنیا بھر کی حکومت یا سارے جہاں کے خزانے مل رہے ہوں تو وہ نہ صرف یہ کہ پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے بلکہ اس کے دل و دماغ میں انہیں حاصل کرنے کا خیال اور دوسوہ تک نہیں آتا۔ لیکن اگر یہی حکومت اور مال و دولت اُسے فشاءِ خداوندی اور دینِ خداوندی اور دینِ اسلام کے قیام کے لیے مل رہی ہو تو وہ خود کہہ دیتا ہے کہ اجعلنی علی خذائتین الالارض (مجھے زمین کے وسائل و ذرائع کے استعمال پر مقرر کرو)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے نبوت کی خصوصیات اور نبی کے اوصاف کا بہترین انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ ازالۃ الخفاء مفصل دوم اور قرۃ العینیں دونوں میں یہ مضمون موجود ہے۔ یہاں پر قرۃ العینیں سے اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

”اگر تم نبی اور اس کے خواص کو جاننا چاہتے ہو تو یوں سمجھو کہ انسانی زندگی کی تعمیر کے لیے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب کی سب بیک وقت نبی کی ذات میں تمام دیگر انسانوں سے بڑھ کر فطرتاً موجود ہوتی ہیں۔ یعنی،

الف:- نبی ایک حکمران بھی ہوتا ہے جسے انسان مدنی کہا جاتا ہے یعنی اجتماعی اور تمدنی امور کا ماہر انسان۔ جس کی قوتِ عملیہ اور قوتِ عملیہ (یعنی نظری سیاست اور عملی سیاست) کے سلیے میں اہل قلم، صحافی، جرنیل، سیاست دان، کاشت کار اور تابو غرض تمام عالم اپنی اپنی زندگی کے میدان میں مناسب تربیت حاصل کرتا ہے اور زندگی کے ہر شعبے کا نظام اس کے حسن انتظام کے دم سے قائم رہتا ہے۔

ب:- نبی ایک حکیم بھی ہوتا ہے جو علمِ اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدنی کے اصول کا ماہر ہوتا ہے وہ حکیم نہیں جو ان علوم و اصول کے صرف الفاظ سے آشنا ہو۔ بلکہ وہ حکیم جس کی یہ تمام صفات طبیعتِ ثانیہ ہی سبکی ہوں حتیٰ کہ اس کی زندگی کی ہر حرکت سے یہ علوم جھلکتے نظر آ رہے ہوں۔

ج۔ نبی ایک مرشد کامل اور مرتی بھی ہوتا ہے جو طاعات و عبادات اور اشغال و اُوراد کے ان تمام طریقوں سے بخوبی آگاہ ہو جو تہذیب و روح و تزکیہ نفس کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ اور ان علوم حقہ کا ماہر اور حامل ہو جس سے انسانوں پر عالم ملک و ملکوت کے اسرار پہنچاؤ روشن ہوتے ہیں اور اسی طرح اعمال و اذکار کے تمام خواہش سے بھی آشنا ہو..... اور اس کے یہ سب کمالات فطری ہوں۔ کسی معلم اور درس گاہ کے رہیں منت نہ ہوں۔

نبوت کے ارکان تلاش کی تشریح | شاہ صاحب کے تجزیے سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کی نبوت کے لیے تین ارکان کا موجود ہونا ضروری ہے، حکومت و سیاست، علم و حکمت، اور مرشد و ہدایت۔ ان تینوں صفات پر عالم کی اصلاح موقوف ہے۔ سیاست کے ساتھ اگر حکمت نہ ہو تو اس قسم کی غیر حکیمانہ اور غیر دانشمندانہ سیاست اصلاح کی بجائے فساد کا موجب ہوتی ہے۔ لیکن اگر حکمت و علم تو موجود ہو مگر مرشد و ہدایت اور تہذیب و تزکیہ نفس کا نظام موجود نہ ہو تو صرف سلطنت اور علم سے اصلاحی پروگرام کا نفاذ اور استقامت ممکن نہیں ہے۔ کامل تربیت کے لیے کامل موتی اور کاملی اصلاح کے لیے کامل مصلح کی ضرورت ہوتی ہے۔ نبی کے اندر یہ تینوں اوصاف بدرجہ کمال موجود ہوتے ہیں۔ وہ حکومت و سیاست کی صفات سے بھی منصف ہوتا ہے عملاً اگر اسے حکمرانی نہ بھی ملی ہو تو اصل حقیقت میں کوئی فرق لاحق نہیں ہوتا۔ اسی لیے کہ اس اقتدار کا دار و مدار تو حالات پر ہے مگر بایں ہمہ وہ اپنی فقیری میں بھی امیری کے اوصاف سے منصف ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ علم و حکمت کا ایک بجز خاں ہوتا ہے اور تزکیہ نفس کے طریقے سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ ان تینوں ارکان کی مختصر سی تشریح آئندہ شمارہ میں کی جائے گی۔

(باقی آئندہ)